اسلامی تہوار

پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم۔اے

ناشر:

ادارۂ نقشبندیہ اویسیہ۔ دار العرفان منارہ، ضلع چکوال

اسلامی تہوار

اسلام متعارف معنوں میں مذہب نہیں بلکہ دین ہے اور دین کہتے ہیں ضابطہ حیات کو۔ اور حیات مرکب ہے دو اجزا سے نظریہ یا ایمان اور عمل۔ اور اسلام صرف دین نہیں بلکہ دین فطرت ہے اور اللہ کریم کا پسندیدہ دین ہے جیسا کہ اس نے خود اعلان فرمایا کہ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰہِ الْاِسْلَامِ
جہاں تک اس کے پہلے حصے کا تعلق ہے کہ رب العالمین کا اپنا بنایا ہوا ہے جو رحمتہ للعالمین کو آپؐ کی نبوی زندگی میں رب العالمین کی طرف سے وقتاً فوقتاً ملتا رہا ہے جو ۸۱۵۶ دنوں میں پھیلی ہوئی ہے اور جہاں تک دوسرے حصے کا تعلق ہے یہ رحمتہ العالمین نے نبوی زندگی میں ان تعلیمات پر خود عمل کر کے دکھایا اور آپ نے کوئی سوا لاکھ صحابہ کرامؓ سے اپنے سامنے اور اپنی ہدایات کے مطابق عمل کرا کے دکھا دیا۔

رب العالمین نے اس دین کو علمی اور نظری عتبار سے مکمل کر کے اعلان فرما دیا کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ یعنی اب اس کی تکمیل ہو گئی اس میں کسی قسم کے اضافے کی حاجت باقی نہیں رہی۔ جہاں تک عملی پہلو کا تعلق ہے رحمتہ للعالمین ﷺ نے تنبیہہ فرما دی کہ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ منہ فھورد یعنی جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نیا عمل شروع کر دیا وہ کام مردود ہے۔ ظاہر ہے کہ جو کام مردود ہے اس کام کی ابتدا کرنے والا تو بدرجہ اتم مردود ہے۔

اسلام کا ایک وصف یہ ہے کہ یہ دین فطرت ہے یعنی انسانی فطرت جس چیز کا تقاضا کرتی ہے اسلامی تعلیمات بالکل اس کے مطابق ہوتی ہیں۔ اب کسی

خوشی کے موقعہ پر خوش ہونا اور خوشی منانا انسانی فطرت میں داخل ہے۔ جب کوئی عظیم خوشی کا موقعہ پیدا ہو تو اسے مسلسل ہر سال منانا بھی اسی فطرت کا حصہ ہے اور ایسی تقریب کو تہوار کہا جاتا ہے۔ تو دیکھنا یہ ہے کہ اسلام میں بھی تہوار منانے کا کوئی تصور ہے یا ایسا کرنے کا کہیں حکم پایا جاتا ہے۔

دنیا کی ہر قوم اور ہر ملک میں تہوار منانے کی صورت نظر آتی ہے اور یہ دیکھا گیا ہے کہ جب کسی قوم یا ملک میں کوئی ایسی شخصیت پیدا ہوتی ہے جو بڑے ہو کر کوئی عظیم تعمیری کام کرتی ہے وہ کام پوری قوم کے لئے ایک کامیاب قوم کا نشان بن جاتا ہے اور قوم اس کام اور اس شخصیت کو باعث افتخار سمجھتی ہے اور اس خوشی کے اظہار کے لئے اس عظیم شخصیت کی پیدائش کا دن بڑی شان و شوکت اور دھوم دھام سے منایا جاتا ہے اس خوشی کے اظہار کے طریقے ہر قوم کے مزاج اور روایات کے مطابق ہوتے ہیں لیکن کچھ امور ایسے ہیں جو سب میں پائے جاتے ہیں مثلاً" جلسہ کرنا' جلوس نکالنا' روشنیاں کرنا' نعرے مارنا وغیرہ مگر کچھ ایسے امور بھی ہیں جو خاص خاص قوموں میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً" ناچ' گانا اور جی بھر کے شراب پینا وغیرہ یہ تہوار اس قوم میں پائے جاتے ہیں جس میں بنیادی طور پر شخصیت پرستی کا وصف پایا جاتا ہے۔

اسلام نے بھی انسانی فطرت کے اس تقاضا کا ضرور لحاظ رکھا اور اس کے لئے دو بنیادی اصول سکھائے۔

۱۔ اسلام کی بنیاد توحید پر ہے یعنی ایک اللہ کی پرستش کرنا یعنی خدا پرستی۔ اس لئے ماسوا پرستی خواہ کسی شکل میں ہو اسلام کے مزاج سے جوڑ نہیں کھاتی۔ اس لئے اسلام نے ماسوا پرستی کو شرک قرار دیا اور شرک کا تعارف یوں کرایا کہ ان الشرک لظلم عظیم۔

۲۔ اسلام نے سکھایا کہ انسان کی سب سے بڑی کامیابی اور عظمت صرف ایک وصف میں ہے : وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عظیما۔

ان دو بنیادی اصولوں کا تقاضا یہ ہے کہ اسلامی تہوار میں شخصیت پرستی بلکہ ماسوا پرستی کا عنصر ہرگز موجود نہ ہو اور اللہ کی اطاعت کا جو عظیم ترین نشان ہو اسے اس تہوار کی بنیاد بنایا جائے۔

اسلام میں اطاعت الٰہی کی ایک ایسی مثال ملتی ہے جو پوری انسانی تاریخ میں ڈھونڈھے نہیں ملتی۔ اور وہ یہ ہے:

ایک بوڑھا باپ خواب دیکھتا ہے اور اپنے پیارے بیٹے کو وہ خواب سناتا ہے۔ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی یعنی بیٹا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ بتا تیری کیا رائے ہے؟ بیٹا کہتا ہے۔ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ۔ یعنی ابا جان جو آپ کو حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل کیجئے۔ انشاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔

دنیا کی تاریخ میں تلاش کیجئے ایسا باپ اور ایسا بیٹا کہیں ملتا ہے۔ اللہ کی اطاعت اور اتنی بڑی قربانی کا کہیں نشان نہیں ملتا تو اسلام نے اس اطاعت کے جذبے کو ہمیشہ تازہ رکھنے کے لئے اسے ایک تہوار بنا دیا جس کا نام عیدالضحیٰ یا عید قربان ہے۔ اور اس تہوار کو منانے کا طریقہ یہ سکھایا۔ کہ سب سے پہلے اپنی اطاعت کے جذبہ کی آبیاری کے لئے اس روز اللہ کے دربار میں مزید ایک دفعہ حاضری دو۔ پہلے تم ہر روز اپنے رب کی ملاقات کے لئے پانچ دفعہ اس کے دربار میں حاضر ہوتے ہو آج چھ دفعہ جاؤ یہ ہے خوشی کے منانے کا طریقہ۔ پھر اپنے باپ ابراہیمؑ کے اطاعت کے جذبے اپنے اندر زندہ رکھنے کے لئے ایک جانور کی قربانی دو اور غرباء و مساکین کو بھی عید کراؤ۔

اسلام نے یہ بڑا تہوار منانے کی سفارش نہیں کی بلکہ اس کا حکم دیا اور اسے عبادت قرار دیا۔

دوسرا تہوار اطاعت الٰہی کی دوسری صورت پر مبنی ہے۔ انسان کے اندر دو بڑی قوتیں شہوانیہ اور غضبیہ ہیں۔ انسان اطاعت الٰہی سے جب بھی ہٹتا ہے ان دو قوتوں کے کنٹرول سے باہر ہو جانے کی وجہ سے ہٹتا ہے اس لئے اسلام نے

حکم دیا ان دونوں پر کنٹرول کرنے کی مشق مسلسل ایک مہینہ رمضان میں کیا کرو۔ جب یہ مشق اختتام پذیر ہوئی۔ تو اپنے رب کی اس نعمت کا شکریہ ادا کرنے کے لئے ایک دن مقرر ہوا۔ یہ دوسرا اسلامی تہوار ہے جس کا نام ہے عیدالفطر اور یہ خوشی منانے کا طریقہ بھی سکھایا کہ سب سے پہلے اپنے رب کے دربار میں مزید ایک دفعہ حاضر ہو اور اس کا شکر ادا کرو کہ اس نے پورا مہینہ اپنی اطاعت پر قائم رکھا۔ پھر اپنے مال سے ایک حصہ الگ کر کے اللہ کے ان بندوں تک پہنچاؤ جو معاشی لحاظ سے کمزور ہیں جسے فطرانہ کہتے ہیں۔

اسلام کے یہ دونوں تہوار ہیں۔ دونوں کی بنیاد اس خوشی پر ہے کہ اطاعت الٰہی کی توفیق اور خوشی منانے کا طریقہ بھی سراپا اطاعت۔ ان تہواروں میں نہ ساز' نہ گانا' نہ ڈھول' نہ ناچ' نہ اللہ کی بغاوت یعنی اسراف کی کوئی صورت نہ ریاکاری اور نام و نمود کا کوئی شائبہ۔ یہ ہے اسلامی تہوار اور اسلامی تہوار منانے کا طریقہ۔

اب ذرا اس تہوار کا تحقیقی مطالعہ کیجئے جو جشن میلاد کے نام سے ہمارے ملک میں منانا شروع کیا گیا ہے اور اس کا نام اسلامی تہوار رکھا گیا ہے۔

اسلام نام ہے اس ضابطہ حیات کا جو اللہ کریم نے اپنے محبوب رحمتہ للعالمین کو دیا اور آپ نے اللہ کے بندوں تک اول اس کے الفاظ پہنچائے پھر اس کے احکام پر عمل کر کے خود دکھایا اور اپنے شاگردوں یعنی صحابہ کرامؓ سے اپنے سامنے عمل کرایا اور اپنے رب کا اعلان سنایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ یعنی تمہارے لئے زندگی بسر کرنے کا بہترین نمونہ رحمتہ للعالمین کی ذات اقدس ہے۔ اب تاریخ کی ورق گردانی کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ :

۱۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی ۲۳ سالہ نبوی زندگی میں ایک دفعہ بھی یہ تہوار نہیں منایا۔ خلافت راشدہ کے ۳۰ برسوں میں ایک دفعہ بھی یہ تہوار نہیں منایا گیا۔

۲۔ آخری صحابیؓ ۱۱۰ھ میں دار بقا کو سدھارے اور اس پوری پہلی صدی

میں کسی صحابیؓ نے یہ تہوار نہیں منایا۔

۳۔ خیر القرون یعنی حضور اکرم ﷺ کے دور۔ صحابہؓ کے دور۔ تابعینؒ کے اور تبع تابعینؒ کے ادوار میں یہ تہوار کہیں نہیں منایا گیا۔ یہاں تک کہ پوری چھ صدیوں میں اس تہوار کا نام و نشان نہیں ملتا۔

ہاں تاریخ یہ بتاتی ہے کہ ساتویں صدی ہجری شروع ہوتے ہی یعنی ۶۰۴ھ میں ایک عیاش اور بے دین بادشاہ مظفر الدین کوکری نے اپنی اداکارانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر موصل کے شہر میں اس تہوار کی ابتدا کی۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا اسلام ساتویں صدی سے شروع ہوا اور کیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی جگہ ہم نے نعوذ باللہ لا الہ الا اللہ مظفر الدین رسول اللہ کو اپنے ایمان کی بنیاد بنا لیا ہے۔ اس بے دین بادشاہ نے یہ رسم شروع کر کے زبان حال سے کئی اعلان بھی کیے :

۱۔ اللہ نے جو فرمایا کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ یہ معاذ اللہ غلط ہے لوگ ۶۰۰ سال نامکمل دین کو سینے سے لگائے پھرتے رہے۔ دین مکمل تو اب ۶۰۴ھ میں ہوا ہے۔

۲۔ اللہ کے آخری رسول ﷺ نے اللہ کے بندوں کو نعوذ باللہ ایک نامکمل دین دیا اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔ حضرت ابوبکرؓ سے لے کر آخری صحابیؓ تک کوئی سوا لاکھ صحابہؓ میں سے ایک بھی نہیں تھا جسے اللہ کے رسول سے محبت ہو۔ بالفرض اگر کسی کے دل میں محبت تھی بھی تو اسے محبت کے اظہار کا سلیقہ ہی نہیں آتا تھا یہ نہایت کچے لوگ تھے۔

یہ ہے اس تہوار کی بنیاد اور یہ ہے اس کی ابتداء۔ وطن عزیز میں یہ تہوار مختلف ادوار سے گزرا ہے۔ بڑے بوڑھوں کو یاد ہو گا کہ کسی زمانے میں یہ تقریب بارہ وفات کے نام سے منائی جاتی تھی وہ یوں کہ :

۱۔ لوگ اپنے گھروں میں تلاوت قرآن کرتے' اپنی توفیق کے مطابق کچھ پکاتے اور غریبوں میں تقسیم کر دیتے۔ اس تلاوت اور صدقہ کا ثواب

حضور اکرم ﷺ کی روح پر فتوح کو پیش کر دیتے۔

۲۔ جب نئی تہذیب نے پر پرزے نکالے تو لوگ "وفات" کے لفظ سے الرجک ہو گئے اور تجویز ہوئی کہ یہ لفظ بدلنا چاہئے۔ اور ابن خلدون وغیرہ کی روایت کے مطابق حضور اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کا دن بھی ۱۲ ربیع الاول ہے اس لئے اس کا نام بارہ وفات کی بجائے میلاد رکھا گیا۔ اس لفظی تبدیلی کے ساتھ کچھ عملی تبدیلی بھی ہوئی کہ چھوٹے چھوٹے اجتماع ہونے لگے اور حضور اکرم ﷺ کی سیرت کچھ بیان ہونے لگی۔

۳۔ جب قوم کا ادبی ذوق بڑھا تو احساس ہوا کہ صرف میلاد (روڈ مروڈا) اچھا نہیں لگتا اس لئے اس کا نام عید میلاد رکھا گیا۔

۴۔ اب جب یہ احساس ہوا کہ عید کے لفظ کے ساتھ تو ایک اور مصیبت بھی جڑی ہوئی ہے کہ اور دنوں میں پانچ نمازیں اور عید کے دن چھ نمازیں۔ سارا مزہ کرکرا ہو گیا لہٰذا اسے بدلو۔ چنانچہ اب اس کا نام جشن میلاد رکھا گیا۔ جشن اس کو کہتے ہیں جس میں ہر شخص اپنی پسند کے مطابق خوشی کا اظہار کرے۔ ناچے، کودے، گائے، سوانگ بنائے وغیرہ۔ نام کی اس تبدیلی کے ساتھ عمل میں بھی تبدیلی آئی۔ جلوس نکلنے لگے، جھنڈے اور نعرے، رات کو روشنیاں۔ پھر کعبہ کی شبیہ اور روضہ اطہر کی شبیہ بنا کر جلوس میں شامل ہونے لگیں۔ نعت خوانی کی محفلیں منعقد ہونے لگیں۔ حالانکہ نعت پڑھی کبھی نہیں گئی ہمیشہ نعتیں گائی جاتی ہیں اور فلمی گانوں کی طرز پر گائی جاتی ہیں۔ ان نعتیں گانے والوں کو نعت خوان کہنا ایسا ہی ہے جیسے کسی گویئے کو قاری صاحب کہہ کر پکاریں۔

سوچوں کے یہی زاویے رہے تو وہ دن دور نہیں جب ان جلوسوں میں دھمال، بھنگڑا، لڈی، خٹک ڈانس بلکہ ٹوسٹ ڈانس بھی شامل ہو گا اور یہ ناچ جلوس کی قیادت کریں گے اور ناچ کے ساتھ گائیں گے۔ "عشق نچاوے تھیا تھیا۔"

کرسمس کی تاریخ میں یہ سب دور سامنے آ چکے ہیں۔

پچھ ستعین کا کہنا ہے کہ ہمارے ہاں سب سے پہلے پٹی ضلع لاہور کے دو جیالوں مولوی عبدالمجید اور حاجی عنایت اللہ نے پاکستان بننے سے کچھ عرصہ پہلے یہ اداکاری شروع کی تھی۔ یعنی ہمارے ملک میں اسلام چودھویں صدی میں آ کے مکمل ہوا۔ چودہ سو سال ہم نامکمل اور ناقص اسلام کو سینے سے لگائے پھرتے رہے۔

یہ تو تھی اس کی تاریخی داستان۔ اب ذرا اس کی دینی حیثیت مفتی اعظم پاکستان محمد شفیع احمد رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے آپؒ کی معرکتہ آرا تفسیر "معارف القرآن" جلد سوم صفحہ ۳۳ سے ۳۶ تک ملاحظہ فرمائیے:

"یہ آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ... الخ) جو اس خاص شان اور اہتمام سے نازل ہوئی اس کا مفہوم بھی ملت اسلام اور مسلمانوں کے لئے ایک بہت بڑی خوشخبری اور بھاری انعام اور اسلام کا طغرائے امتیاز ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دین حق اور نعمت الٰہی کا انتہائی معیار جو اس عالم میں بنی نوع انسان کو عطا ہونے والا تھا' آج وہ مکمل کر دیا گیا۔ گویا حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے جو دین حق اور نعمت الٰہیہ کا نزول اور ترویج شروع کی گئی تھی اور ہر زمانہ اور ہر خطہ کے مناسب حال اس نعمت کا ایک حصہ اولاد آدم کو عطا ہوتا رہا آج وہ دین اور نعمت مکمل صورت میں خاتم الانبیاء رسول اللہ ﷺ اور آپ کی امت کو عطا کر دی گئی۔"

اس میں تمام انبیاء و رسل کے زمرہ میں سید الانبیاء ﷺ کی سعادت اور امتیازی شان کا تو اظہار ہے ہی اس کے ساتھ تمام امتوں کے مقابلہ میں امت مرحومہ کی بھی ایک خاص امتیازی شان کا واضح ثبوت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ایک مرتبہ چند علما و یہود' حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ تمہارے قرآن میں ایک ایسی آیت ہے جو اگر یہود پر نازل ہوتی تو وہ اس کے نزول کا ایک جشن عید مناتے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ وہ کون سی آیت ہے۔ انہوں نے یہی آیت۔ اَلْیَوْمَ

اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ پڑھ دی۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ ہاں ہم جانتے ہیں کہ یہ آیت کس جگہ اور کس دن نازل ہوئی۔ اشارہ اسی بات کی طرف تھا کہ وہ دن ہمارے لئے دوہری عید کا دن تھا ایک عرفہ دوسرے جمعہ۔

عید اور تہوار منانے کا اسلامی اصول

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس جواب میں ایک اسلامی اصول کی طرف بھی اشارہ ہے۔ جو تمام دنیا کی اقوام و مذہب میں صرف اسلام ہی کا طغرائے امتیاز ہے۔ وہ یہ کہ دنیا میں ہر قوم اور ہر مذہب و ملت کے لوگ اپنے اپنے حالات و خصوصیات کے ماتحت اپنے خاص خاص تاریخی واقعات کے دنوں کی یادگاریں مناتے ہیں اور ان ایام کو ان کے یہاں ایک عید یا تہوار کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔

کہیں قوم کے بڑے آدمی کی پیدائش یا موت کا یا تخت نشینی کا دن منایا جاتا ہے اور کہیں کسی خاص ملک یا شہر کی فتح یا اور کسی عظیم تاریخی واقعہ کا جس کا حاصل اشخاص خاص کی عزت افزائی کے سوا کچھ نہیں۔ اسلام اشخاص پرستی کا قائل نہیں ہے۔ اس نے تمام رسوم جاہلیت اور شخصی یادگاروں کو چھوڑ کر اصول اور مقاصد کی یادگاریں قائم کرنے کا اصول بنا دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو "خلیل اللہ" کا خطاب دیا گیا اور قرآن کریم میں ان کے امتحانات اور ان سب میں مکمل کامیابی کو سراہا گیا۔ و اذا بتلی ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن۔ کا یہی مفہوم ہے۔ لیکن نہ ان کی پیدائش یا موت کا دن منایا گیا نہ ان کے صاحبزادے اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کی پیدائش و موت یا دوسرے حالات کی کوئی یادگار قائم کی گئی۔

ہاں ان کے اعمال میں جو چیزیں مقاصد دین سے متعلق تھیں' ان کی یادگاروں کو نہ صرف محفوظ رکھا گیا' بلکہ آئندہ آنے والی نسلوں کے دین و

مذہب کا جز اور فرض واجب..... قرار دے دیا گیا۔ قربانی' ختنہ' صفا مروہ کے درمیان دوڑنا۔ منیٰ میں تین جگہ کنکریں مارنا۔ یہ سب انہیں بزرگوں کے ایسے افعال کی یادگار ہیں جو انہوں نے اپنے نفسانی جذبات اور انسان کے طبعی تقاضوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے مقابلے میں کچلتے ہوئے ادا کئے۔ اور جن میں ہر قرن اور ہر زمانے کے لوگوں کو اس کا سبق ملتا ہے کہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے اپنی محبوب سے محبوب چیز کو قربان کر دینا چاہئے۔

اسی طرح اسلام میں کسی بڑے سے بڑے آدمی کی موت و حیات یا شخصی حالات کا کوئی دن منانے کے بجائے ان کے اعمال کے دن منائے گئے۔ جو کسی خاص عبادت سے متعلق ہیں جیسے شب برات' رمضان المبارک' شب قدر' یوم عرفہ' یوم عاشورہ وغیرہ' عیدین صرف دو رکھی گئیں' وہ بھی خالص دینی لحاظ سے۔ پہلی عید رمضان المبارک کے اختتام اور اشہرحج کے شروع ہونے پر رکھی گئی اور دوسری عید عبادت حج سے فراغت کے بعد رکھی گئی۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس جواب نے یہ بتلا دیا کہ یہود و نصاریٰ کی طرح ہماری عیدین تاریخی وقائع کے تابع نہیں کہ جس تاریخ میں کوئی اہم واقعہ پیش آ گیا اس کو عید مناویں۔ جیسا کہ جاہلیت اولیٰ کی رسم تھی اور آج کل کی جاہلیت جدیدہ نے تو اس کو بہت ہی پھیلا دیا ہے۔ یہاں تک کہ دوسری قوموں کی نقل کر کے مسلمان بھی اس میں مبتلا ہونے لگے۔

عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوم پیدائش کی عید میلاد منائی۔ ان کو دیکھ کر کچھ مسلمانوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش پر عید میلاد النبی کے نام سے ایک عید بنا دی۔ اسی روز بازاروں میں جلوس نکالنے اور اس میں طرح طرح کی خرافات کو اور رات میں چراغاں کو عبادت سمجھ کر کرنے لگے۔ جس کی کوئی اصل صحابہؓ و تابعینؒ اور اسلاف امت کے عمل میں نہیں ملتی۔

اور حقیقت یہ ہے کہ یہ دن منانے کا طریقہ ان قوموں میں تو چل سکتا

ہے کہ جو باکمال افراد اور ان کے حیرت انگیز کارناموں کے لحاظ سے مفلس ہیں۔ دو چار شخصیتیں کل قوم میں اس قابل ہوتی ہیں اور ان کے بھی کچھ مخصوص کام ایسے ہوتے ہیں' جن کی یادگار منانے کو قومی فخر سمجھتے ہیں۔

اسلام میں یہ دن منانے کی رسم چلے تو ایک لاکھ چوبیس ہزار سے زائد تو انبیاء علیہم السلام ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کی نہ صرف پیدائش بلکہ ان کے حیرت انگیز کارناموں کی طویل فہرست ہے جن کے دن منانے چاہئیں۔ انبیاءؑ کے بعد خاتم الانبیاء ﷺ کی حیات طیبہ کو دیکھا جائے----- تو آپ کی زندگی کا شاید کوئی دن بھی ایسے کارناموں سے خالی نہیں جس کا دن منانا چاہئے۔ بچپن سے لے کر جوانی تک کے وہ کمالات جنہوں نے پورے عرب میں آپ کو امین کا لقب دیا تھا۔ کیا وہ ایسے نہیں ہیں کہ مسلمان ان کی یادگار منائیں پھر نزول قرآن۔ ہجرت' غزوۂ بدر' احد' خندق' فتح مکہ' حنین اور بتوک اور تمام غزوات رسول کریم ﷺ ہیں۔ ایک بھی ایسا نہیں کہ جس کی یادگار نہ منائی جائے۔ اسی طرح آپ کے ہزاروں معجزات یادگار منانے کی چیزیں ہیں اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی زندگی پر نظرڈالیں تو آپ کی حیات طیبہ کا ہر دن نہیں ہر گھنٹہ ایک یادگار منانے کا داعیہ رکھتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کے بعد تقریباً" ڈیڑھ لاکھ صحابہ کرامؓ وہ ہیں' جن میں سے ہر ایک درحقیقت رسول اللہ ﷺ کا زندہ معجزہ ہے کیا یہ----- بے انصافی نہیں ہو گی کہ ان کی یادگاریں نہ منائی جائیں اور یہ رسم چل پڑے تو پھر صحابہ کرامؓ کے امت کے اکابر' اولیاء اللہ اور علماء و مشائخ پر نظرڈالو' جو کروڑوں کی تعداد میں ہوں گے۔ اگر یادگاری دن منائے جائیں تو ان کو چھوڑ دینا کیا ان کے حق میں بے انصافی اور قدر ناشناسی نہیں ہو گی اور اگر یہ طے کر لیا جائے کہ سبھی کے یادگاری دن منائے جائیں تو سال بھر میں ایک دن بھی ہمارا یادگار منانے سے خالی نہیں رہے۔ بلکہ ہر دن کے ہر گھنٹہ میں کئی کئی یادگاریں اور کئی کئی عیدیں منانی پڑیں گی۔